لورالائی میں اب تک دستیاب ہونے والی پہلی نظم کا مطالعہ

A Study of the first Poem ever available in Loralai

Asma Gul Maail *

ABSTRACT:

Loralai is considered as one of the important centers of Urdu poetry and literature. Urdu poetry has been written here along with other genres. The first poem was written by Shafaatullah Khan Lahoti. He is also the first poet to write the urdu poems in Balochistan.

Shafaatullah Khan Lahoti wrote his first poem in 1914 , and in this ist poem he has narrated the story of his wife,s deathe. In this research article, the research different stages ofurdu peom has been awarded..

برطانیہ میں اٹھارویں صدی کے اواخر اور انیسوی صدی کے اوائل میں صنعتی نظام کے وجود میں آنے کی وجہ سے ایک نئے اقتصادی نظام اور اُس کے ردِ عمل کے طور پر سوشلزم اور کمیونزم جیسی تحریکوں نے جنم لیا۔ خام مواد کی تلاش اور اپنی صنعتی پیداوار کی کھپت کے لیے برطانیہ نے کمزور اور پسماندہ ملکوں پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان مغل حکومت کے زوال اور خانہ جنگی کی وجہ سے بہت کمزور ہو چکا تھا۔ جو بالآخر ۱۸۵۷ء میں برطانوی حکومت کی فوجی طاقت اور سیاسی جعل سازیوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ آہستہ آہستہ صنعتی نظام ہندوستان اور دنیا کے بیشتر ملکوں تک پہنچ گیا۔ برطانیہ اور یورپ میں زراعتی طبقہ کم رہ گیا تھا جب کہ ہندوستان میں ایک طرف برطانوی سامراج اور دوسری طرف ہندوستانی جاگیر دار اور سرمایہ دار غریب عوام کا خون چوس رہے تھے۔ برطانوی حکومت سے جہاں ہندوستان کو بہت زیادہ سیاسی اور اقتصادی نقصانات ہوئے، وہاں بہت سے فائدے بھی پہنچے۔ ہندوستان کو برطانوی حکومت کی سب سے بڑی دین یہ تھی کہ اس نے ہندوستان میں انگریزی اور مغربی تعلیم کو عام کرکے ہندوستانی ذہن کو براہِ راست متاثر کیا، جس کی وجہ سے اُردو

* Vice Principal wirkers Model Higher Secondary School College for Girls Quetta

شعری و نثری ادب اس حد تک مغربی تناظر سے ہم آہنگ ہو گیا کہ دُنیا کی بڑی اور ترقی یافتہ زبانوں کی طرح اُردو ادب بھی عالمی فکر اور واقعات کا آئینہ دار بن گیا۔

بیسویں صدی کے طلوع سے پہلے سر سید احمد خان کی تحریک نے ایک ثانوی ادبی تحریک کو بھی جنم دیا جس کے ساتھ مولانا حالی، شبلی، محمد حسین آزاد، اسماعیل میر ٹھی، نذیر احمد اور بعض دوسرے اکابرین کے نام وابستہ تھے۔ مراد یہ کہ سر سید کی ادبی تحریک ایک طرف مغربی علوم سے استفادہ کی تلقین کرتی تھی اور اس سلسلے میں مغرب کی جدید اصناف تک کو قبول کرنے پر مائل تھی اور دوسری طرف اسلام کے عہد ذریں کی سادگی اور گرمجوشی کو بھی حرز جان بنانے پر زور دیتی تھی۔ بیسوی صدی کے طلوع ہوتے ہی سر سید احمد خان کی اس ادبی تحریک کو ایک ردِ عمل کا سامنا کرنا پڑا یوں کہ اسی دوران میں سارا ہندوستان سیاسی طور پر فعال ہو گیا۔ مسلم لیگ اور کانگریس ایسے سیاسی ادارے میدان میں اُتر آئے اور انگریزوں کی غلامی سے نجات پانے کی کوشش شروع ہو گئیں۔ یورپ میں پہلی جنگِ عظیم لڑی گئی جس نے انسانی اقدار کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ اس عمل کا ایک نقصان یہ پہنچا کہ جب برطانیہ نے پورے ہندوستان پر تسلط قائم کر لیا تو آہستہ آہستہ ہندوستانی ذہن مغربی علم و ادب سے ایسا مرعوب ہوا کہ مشرق کی علمی روایتوں کو نہ صرف فراموش کر بیٹھا بل کہ اس عظیم سرمایے کو انتہائی حقارت سے دیکھنے لگا۔ مغربی اور مشرقی ادب اور تنقید کو سمجھے بغیر مولانا الطاف حسین حالی نے اُردو غزل اور مشرقی تنقید کے شیشہ گھر پر جو پہلا پتھراؤ کیا اس کا سلسلہ بالکل اسی انداز میں آج تک جاری ہے۔ دنیا کی تاریخ میں بیسویں صدی ایک حیرت خیز، انقلاب آفریں اور ولولہ انگیز زمانہ ثابت ہوئی ہے۔ گزشتہ دو ہزار سال کے دوران ایسی حیرت ناک صدی انسانوں کی زندگی میں نہیں آئی تھی یہ تضادات کی صدی تھی۔ اس صدی میں ایک طرف انسان نے اپنی تخلیقی قوتوں کو استعمال کیا تو دوسری جانب دنیا کو دو بڑی جنگوں کی بھٹی سے بھی گزرنا پڑا۔ بیسویں صدی میں دنیا کا نقشہ کئی بار تبدیل ہوا کبھی بعض ملک صفحۂ ہستی سے مٹ گئے اور ان کی جگہ نئی قومیں وجود میں آئیں اور کبھی پرانے ملکوں نے نئے قالب اختیار کیے۔

بیسویں صدی کا نصف اول برصغیر ہندو پاک میں قومی آزادی کی جہد وجہد سے عبارت ہے یہ زمانہ خواب دیکھنے اور اُن خوابوں کی تعبیر حاصل کرنے کے لیئے تگ و دو کا زمانہ تھا۔ یہ اُمید پرستی اور آرزو مندی کا زمانہ تھا۔ اُردو شاعری میں یہ اُمید پرستی اور آرزو مندی رومانویت کی لہر میں ظاہر ہوئی۔ غرض یہ ہے کہ مغرب نے اُردو ادب کو متاثر کرنا شروع کیا اس حقیقت سے انکار نہیں ہے کہ مغربی ادب نے

ہمارے تخلیقی ادب کے دائرے کو بہت وسیع کیا ہے۔اُردو میں بہت سے مغربی اصنافِ ادب کا رواج ہوا۔ جس نے اُردو کو اظہار کے نئے نئے پیرائے دیے۔رومانوی تحریک،ترقی پسند تحریک اور جدیدیت کی تحریکیں مغرب ہی کے اثر سے اُردو میں آئیں۔

اُردو شاعری جہاں ملک کے دوسرے حصّوں پر اثر انداز تھی وہاں اُردو شاعری کا آغاز لورالائی میں بھی ہوا اور بیسویں صدی کے اوائل میں لورالائی میں بھی شعرا کرام موجود تھے جو اُردو شاعری کرتے تھے۔لورالائی کے تہذیبی اثرات چھ ہزار سال قبل تک پھیلے ہوئے ہیں۔لورالائی عظیم تاریخی روایت کا حاصل شہر ہے۔ ضلع لورالائی جو ۹۸۳۰ مربع کلو میٹر پر مشتمل ہے اس کی آبادی ۱۹۹۸ء کی مردم شماری رپورٹ کے مطابق ۲۹۷۵۶۰ نفوس پر مشتمل ہے۔ ضلع لورالائی کے قبائل میں کاکڑ، ترین، لونی، ژرخیپل،ناصر، پیچی سید،غلزی، سلیمانخیل،بلوچ اور مری قبائل قابلِ ذکر ہے۔پورے ضلع میں سوائے بلوچ اور مری قبائل جو بلوچی بولتے ہیں باقی تمام قبائل پشتو بولتے ہیں۔لورالائی بلوچستان میں کوئٹہ کے بعد واحد ضلع ہے ۔جہاں اقلیتی برادری وسیع تعداد میں آباد ہے۔ جس میں ہندواور عیسائی قابلِ ذکر ہیں۔ سرائیکی اور پنجابی بولنے والوں کی ایک بڑی تعداد بھی لورالائی میں آباد ہے۔ ضلع لورالائی پہلے پانچ تحصیلوں پر مشتمل ضلع تھا جس میں تحصیل بوری، تحصیل دُکی، تحصیل موسیٰ خیل، تحصیل بارکھان اور تحصیل سنجاوی شامل تھیں۔اب چوں کہ تحصیل موسیٰ خیل اور تحصیل بارکھان کو نئے اضلاع کا درجہ دیا گیا ہے اور تحصیل سنجاوی کو ضلع زیارت میں شامل کیا گیا ہے اس لیے اب ان تین تحصیلوں کے انتظامی امور ضلع لورالائی کی بجائے ان کے متعلق اضلاع میں نمٹائے جارہے ہیں۔ ''بوری'' جسے لورالائی کے نام سے شہرت ملی ہے اس کا ذِکر پشتون لوک شاعری میں بہت جگہوں پر ملتا ہے۔ ''بوری''لورالائی میں کیسے تبدیل ہوا؟ اس کے لیے یہاں دو روایتیں مشہور ہیں۔

ایک روایت ہے کہ لورالائی کے شمال میں ایک ندی واقع ہے جس کا نام ''لوڑالئے '' ہے۔لوڑالئے کو انگریزوں نے لورالائی لکھا اس کے بعد یہ لورالائی کے نام سے مشہور ہوا۔جب کہ دوسری روایت یہ ہے کہ انگریزوں نے جس مقام پر چھائونی بنائی تھی اس کے جنوب مشرقی علاقے کا نام'' لوڑالئے '' ہے۔ جس میں مہول ،پونگہ، سکھر اور شیخان کے گائوں شامل ہیں لہٰذا امکان یہی ہے کہ اس علاقے کے مغربی کنارے پر جو شہر آباد ہوا اُس کا نام لورالائی رکھا گیا۔

لورالائی کی معاشیات میں زراعت کے کردار سے انکار ناممکن ہے کیوں کہ اس وقت پاکستان میں شاید ہی ایسی کوئی منڈی ہو جہاں لورالائی کے پھل اور سبزیاں نہ پہنچی ہوں۔ضلع لورالائی میں گندم،جو،جوار، مکئی، مونگ دالیں ،مرچ، تمباکو اور پیاز کی بڑی مقدار کاشت کی جاتی ہے۔بادام، انار، زردآلو، سیب، آلوچے، خربوزے اور تربوزے کے حوالے سے ضلع لورالائی پورے پاکستان میں شہرت رکھتا ہے۔ایک زمانے میں لورالائی سے انار اور بادام دہلی کے لیے جاتے تھے لیکن عالیہ خشک سالی سے ضلع لورالائی بلوچستان میں سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے جہاں ۹۰٪ باغات خشک ہو گئے۔اور لوگوں کے ایک بڑی تعداد دیہات چھوڑ کر شہروں میں منتقل ہو گئی۔زراعت کے ساتھ ساتھ لورالائی کی ادبی حیثیت بھی مسلم ہے۔بلوچستان کی ادبی تاریخ میں اس ضلع کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔اس ضلع میں مختلف ادوار میں ادب کی آبیاری ہوتی رہی ہے اور شعرا کرام اپنی شاعری سے لورالائی کی فضا منوّر کرتے رہے ہیں۔لورالائی میں اُردو شاعری کی روایت کا آغاز تو دراصل اُنیسویں صدی کے آخر میں ہی ہو چکا تھا۔یکادُکا شاعر اُنیسویں صدی کے آخر میں لورالائی میں موجود تھے۔مگر یہ شعرا کرام منظرِ عام پر نہیں آئے تھے۔یہ شعراء کرام شاعری تو کرتے تھے مگر باقاعدہ طور ان شعرا کرام سے کوئی واقف نہیں تھا کچھ اس صدی کے حالات ایسے تھے ہر طرف سیاسی گرما گرمی اپنے عروج پر تھی۔زیادہ تر لوگوں کی توجہ سیاست کی طرف مرکوز تھی اور ہندو مسلم فسادات سے اُس دور کے عوام تنگ آگئے تھے۔شعرا کرام پر بھی ان حالات کا اثر ہوا تھااور اکثر شعرا کرام گوشہ نشین تھے۔

بیسویں صدی کے اوائل میں برصغیر میں باقی شہروں میں شعر وادب نے جو تیزی دکھائی اُسی طرح لورالائی میں بھی شعرا کی ایک پود ابھریاور لورالائی میں بھی شعرا نے اُردو ادب کے فروغ کے لیے کام شروع کیا۔اٹھارویں اور اُنیسویں صدی تک غزل ایک بڑی صنف کے طور پر اپنی جگہ بنا چکی تھی۔غزل صنف کے آتے ہی قصیدہ اور دوسری اصناف بالکل ختم ہو گئی،ہر شاعر غزل میں ہی طبع آزمائی کرتا تھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اُردو ادب میں بھی نئی صنف اپنی جگہ بنانے لگی۔اور یوں غزل سے نظم کی طرف بھی شعرا کا رجحان آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا۔لورالائی بھی چوں کہ اُردو شعر وادب کا اہم مرکز مانا جاتا تھا اس لیے یہاں کے شعرا بھی نئی اصناف میں طبع آزمائی کرنے لگے۔ایسی ہی ایک صنف نظم تھی۔اُس وقت کے شعرا چوں کہ غزل کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے اس لیے خال خال ہی اُس دور میں نظمیں ملتی ہیں۔مگر لورالائی میں پہلے نظم گو کے حوالے سے شاعر ''شفاعت اللہ خان فراغ لاہوتی'' کا

نام آتا ہے۔شفاعت اللہ خان فراغ لاہوتی ،نہ صرف لورالائی کے پہلے نظم نگار تھے بل کہ پورے بلوچستان کے بھی پہلے نظم نگار تھے۔سب سے پہلے شفاعت اللہ خان فراغ لاہوتی نے اپنی پہلی نظم لکھی۔شفاعت اللہ خان ،فراغ لاہوتی نے ''نظم'' کے عنوان سے یہ نظم اکتوبر ۱۹۱۴ء میں اپنی شریکِ حیات کی وفات پر کہی تھی اور ان کی یہ پہلی نظم ''قندیل خیال ''لورالائی کے اکتوبر ۱۹۱۴ء کے شمارے میں ''نظم ''عنوان سے صفحہ ۲۷ پر چھپی تھی۔یہ نظم ۸ اشعار پر مشتمل تھی۔یوں یہ نظم لورالائی ہی کی نہیں بل کہ بلوچستان کی پہلی نظم ہے۔ نظم کے اشعار یہ ہیں۔

نظم

مٹا اُلفت میں جس کی چاہ میں
دل اور جگر کھویا
میں حیراں ہوں کہ وہ گل آج کس
جا اور کدھر کھویا
ادھر سینے کی آتش کو ترقی
ہے ہر اک لحہ
ادھر ہر دم کی زاری نے تری اے
چشم تر کھویا
نہیں مانگے سے بھی ملتا جو قیدِ
غم سے چھٹکارا
گیا شاید کہ ان روز دن دعائوں کا
اثر کھویا(۱)

شفاعت اللہ خان، فراغ لاہوتی نے جس دنیا کو اپنے قلب و نظر کی مدد سے دریافت کیا ہے۔ اس کی جانب جانے والے راستے رباعیات، غزل اور نظم سے گزرتے ہیں۔یہ دنیا صدائوں سے آباد

ہے۔ لیکن ایک ہی آواز ہے جو صدائوں میں سنائی دیتی ہے۔ شفاعت اللہ خان، فراغ لاہوتی کی آواز کسی خاموش ماحول میں اپنا نام ونشان بیان کرتی ہے۔ یہ آواز تنہا شخص کی صدا بھی ہے اور یہ تنہا شخص اپنی آواز کو نہ صرف خود بھی سنتا ہے بل کہ اوروں کو بھی سناتا ہے۔ اس نظم میں شفاعت اللہ خان، فروغ لاہوتیؔ نے اپنی شریکِ حیات سے محبت کا اظہار کیا ہے۔ اور ساتھ ہی اپنی بیوی کی وفات پر رنج و غم کا اظہار بھی کیا ہے ، کہ اپنی بیوی کو گل سے تشبیہہ دی ہے کہ آج وہ گل مجھ سے کہاں کھو گیا ہے جس کی محبت میں اپنے آپ کو گنوا دیا تھا میں نے۔ اور ساتھ میں ہی اپنی غم کی شدت کا اظہار بھی کیا ہے کہ اب تو دعائوں سے بھی اس غم کی شدت میں کمی نہیں ہوئی۔ بہت ہی پیاری نظم لکھی ہے۔ آسان اور سادہ زبان و بیان استعمال کی گئی ہے اس طرح ۱۹۱۴ء سے لورالائی اُردو ادب میں صنف نظم شامل ہوئی، اور پھر اُس دور کے شعراء اور اس کے بعد آنے والے شعراء نے نظم میں بھی طبع آزمائی کی۔ نظم کی ابتداء شفاعت اللہ خان، فراغ لاہونی ہوتی نے کی، اور یوں آتے آتے ۱۹۶۰ء کی دہائی میں نظم اپنے عروج پر پہنچی اور لورالائی کے ممتاز نامور شاعر ''رب نواز مائلؔ'' نے نظم کو جدید رنگ دیا اور جدید نظم کی ابتداء کی۔ آپ بلوچستان میں اور جدید نظم کے بانی ٹھہرے اور نظم صنف کو جدیدیت کی طرف لے گئے اور اب نظم میں آئے روز نئے نئے تجربات ہو رہے ہیں۔

ابتدائی اُردو ادب کی روایت اور اصناف شعر کی صورتِ حال

۱۹۰۰ صدی کے آخری عشروں میں افغانستان تک رسائی کے لیے انگریزوں نے اپنی اپنی نئی حکمت عملی وضع کی۔ جس میں نئی فوجی چھائونیاں قائم کرنا، فوجی چھائونیوں تک رسائی کے لیے ذرائع آمدورفت کی فراہمی اور ان سب عوامل کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے معاون ذرائع کی تشکیل شامل تھی۔ لہٰذا وہ قصبات جو انہیں اپنی حکمت عملی کے تحت اہم نظر آئے وہاں سرکاری نظام کو مضبوط کرنے کے لیئے دفاتر قائم کیے گئے۔ ان دفاتر میں انتظامیہ ،لیویز یا پولیس تحصیل کے دفاتر اُن کے عہدیدار، خزانے کے نظام کو چلانے والے لوگ اور دوسری لازمی سہولیات کی تشکیل کے لیے نئی تعمیرات کے ساتھ ساتھ وہ لوگ بھی برصغیر کے دُور دراز علاقوں سے لا کر یہاں آباد کیے گئے۔ جو اُن کے نظام کو چلانے کی اہلیت رکھتے تھے۔ اس پس منظر میں رہائشی کالونیاں بنائی گئی تاکہ سرکاری ملازمین اور ان کے اہلِ خانہ یکسوئی کے ساتھ اپنی جائے تعیناتی پر رہتے ہوئے سرکاری فرائض انجام دے سکیں۔ لہٰذا زندگی کی دیگر سہولیات فراہم

کرنے کے لیے دکانیں، بازار، صحت، صفائی کے ادارے، درس گاہیں، خوراک کی فراہمی کے انتظامات اور طلب و رسد کو قائم کرنے کے لیے راشن کا نظام بھی وجود میں لایا گیا۔ جس کے باعث صرف سرکاری ملازمین ہی نہیں بل کہ زندگی کے دوسرے کاروبار سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگ ایسے نئے اُبھرنے والے مراکز میں آباد ہوتے چلے گئے تا کہ اُن کے روزی رزق کی سہولیات فراہم ہوسکے۔ یہ کارندے بھی سب کے سب مقامی نہیں تھے بل کہ برصغیر کے دور دراز علاقوں سے بھی تلاشِ روزگار کے سلسلے میں بہت سے لوگ یہاں آکر آباد ہوئے۔ پھر یا تو یہی کے ہو گئے یا پھر اپنی زندگی کا بڑا حصّہ گزار کر واپس اپنے اصل علاقوں کی طرف کوچ کر گئے۔ مختلف علاقوں سے آئے ہوئے لوگ برصغیر کی مختلف زبانیں بولتے ہوئے آئے تھے۔ زندگی میں سہولیات پیدا کرنے اور اپنے روز مرہ کے معاملات کو ایک دوسرے تک پہنچانے کے لیے انھوں نے اس لیئے اُردو کا سہارا لیا کہ یہ زبان لکھنے کے علاوہ بولے جانے کی حد تک بھی ذریعہ اظہار کا درجہ رکھتی تھی لہٰذا مختلف نو کی زبانیں بولنے والوں نے اُردو کے نئے ماحول کو ان نئی اُبھرتی ہوئی آبادیوں میں ایک نئی توانائی دی۔

لورالائی جس کا معرف نام ''بوری'' چلا آتا ہے۔ یہاں بھی اُنیسویں صدی کا ایک نیا شہر اُبھرنا شروع ہوا۔ نئی دکانیں، بازار، دفاتر، آمدورفت کے ذرائع ،ہندوستان برصغیر سے آنے والے عہدیدار، کارکن، صرف تجارت پیشہ لوگ، ٹھیکیدار اور دیگر پیشوں سے وابستہ لوگ تلاشِ روزگار کے سلسلے میں آباد ہونا شروع ہو گئے۔ جہاں زندگی کے نشیب و فراز سے نمٹنے کے لیے بہت سے نئے نئے زاویے اُبھر رہے تھے۔ وہاں اپنی مزاج اور موجودہ وسائل کو سامنے رکھ کر فرصت کے اوقات میں نئے مشاغل کو اپنا کر جذبات فروغ پانے لگا۔ اسی میں شعر و ادب کی محفلیں بھی تھیں جو رفتہ رفتہ قربتیں قائم ہونے کی وجہ سے پہلے باہم نشستوں میں کبھی کبھی اپنے رنگ دکھانے لگی تھیں وہاں دو لوگوں کا آپس میں بیٹھ کر شعر سنانا، سننا، ادبی رنگ کی باتیں کر کے اپنی سوچ کے اظہار کو سامنے لانا اہم مشغلہ بنا۔ وہاں مشاعرے کی وہ اعلیٰ روایت بھی قائم ہوئی جو برصغیر میں صدیوں سے بہت توانائی کے ساتھ قائم چلی آتی تھی۔ اور اظہارِ شعر کا اُس وقت سب سے بڑا ذریعہ تھی۔ اس لیے لورالائی نے بھی اُردو کے ہم مزاج شاعروں کو مشاعروں کی اس روایت میں سمیٹا اور یہ روایت توانا ہو کر مدتوں قائم رہی۔ بہت سے شاعر اُس وقت اُردو شاعری کے بلوچستانی اُفق پر طلوع ہوئے۔ مگر دکھ کی بات یہ ہے کہ جنگِ عظیم اول کی تباہ

کاریوں کے، جنگِ عظیم دوم کے ہلاکتوں اور ۱۹۳۵ء کے تباہ کن زلزلے کے اثرات نے اُن نشانیوں کو دست بردِ زمانہ کر دیا جو کبھی لورالائی کا علمی و ادبی سرمایہ تھا۔

آج صورتِ حال یہ ہے کہ بہت تراش کے باوجود بھی شعرا کے ہجوم میں چند ایک کو چھوڑ کر نہ کسی کے حالات کا سراغ ملتا ہے نہ ہی اُن کے اُردو کلام کی کوئی نشانی باقی رہ گئی ہے۔ صرف چند لکھنے والوں کے ٹوٹے پھوٹے خیالات جو لکھنے والوں نے ۵۵ سال کے وقفے کے بعد مرتب کیے اور کچھ دستیاب نہیں ہے۔ اس ۵۵ سالہ درمیانی وقفے کی روایت بھی کہیں نہیں ملتی۔ جب کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ لورالائی کی ۱۹۱۴ء اور اس کے بعد کی شعری روایت بعض کی مضبوط شعری روایت چند سالوں میں ہی مکمل طور پر ختم ہو جاتی یا اتنی کمزور ہو جاتی کہ اس کے نمونے سنبھال کر رکھے نہ جاسکتے کم از کم دو وجوہات ایسی ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ یہاں ہندوستان بھر سے آنے والے شعراء اور بلوچستان کے مقامی شعراء کی ہم آہنگیاں حادثاتِ زمانہ سے کمزور ہوئی مگر مٹ نہیں پائی۔ جب کہ ایک بڑا بحران اسی تناظر میں تحریک پاکستان کے حوالے سے سامنے آیا۔ جس میں ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک آبادیوں کا بہت بڑا انخلاء ہوا اور لوگ جہاں اپنا مال و اسباب سمیٹ کر لورالائی سے اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے وہاں وہ اپنا شعری سرمایہ بھی اپنے ساتھ اس طرح لے گئے کہ پھر اس کا سراغ نہیں لگایا جاسکا۔

لورالائی کی ابتدائی اُردو ادب کی صورتِ حال بہت ہی اچھی تھی۔ اُس وقت کے شعرا اور ادیب میں اُردو شاعری کا ذوق تھا۔ اور اسی ذوق کی وجہ سے شعرا نے تقریباً تمام اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔ مختلف شعرا نے مختلف اصناف میں لکھا ہے۔ حمد، نعت، رباعی، قصیدہ، غزل اور نظم ہر صنف میں شعرا کا کلام پایا جاتا ہے۔ اور ہر شاعر نے ہر صنف میں اپنی مہارت دکھائی ہے۔ اور بہت اچھے کلام اس دور کی شاعری میں پائے گئے ہیں۔ شعرا نے اپنا لوہا منوانے کی ہر کوشش کی ہے۔ لیکن اس دور کے اصناف شعر میں جو ایک چیز نظر آتی ہے وہ آزادانہ تخلیق عمل کا نہ ہونا ہے۔ اس دور کے شاعری میں موزنیت نے تخلیقیت پر فوقیت حاصل کی ہے۔ اور شعرا کے کلام میں آزادانہ تخلیقیت کے برعکس موزنیت پائی جاتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی شعری اصناف پر سیاسی رنگ بھی نظر آتا ہے۔ اس وقت کے شعرا نے سیاسی صورتِ حال کو اپنی شاعری کے ذریعے دکھایا۔

اس دور میں طرحی اور غیر طرحی دونوں طرح کے کلام موجود ہیں۔ اگرچہ شعرا زیادہ تر طرحی کلام لکھتے تھے مگر غیر طرحی کلام بھی زیادہ تعداد میں موجود ہے، جس کی وجہ سے صرف موزنیت ہی نہیں

پائی جاتی بل کہ شعرا نے اس دور کے حالات کی بہت خوبصورت انداز میں عکس بندی کی ہے۔اور اس وقت کے حکمرانوں کے ظلم و ستم کا نقشہ اپنی شعری اصناف کے ذریعے کھینچا ہے۔کیوں کہ اس دور کے شعرا ہوں یا شاعرات ہر صنف پر طبع آزمائی کی ہے۔شہر آشوب ، تراجم، قصیدہ، نظم، غزل،رباعی، حمد، نعت تمام اصناف میں کامیاب کوشش کی ہے۔ہاں البتہ ان کی شاعری میں ایک روایت پائی جاتی ہے۔کہ حمد مثنوی کی صورت میں لکھی گئی ہے۔جو کہ صوفیاء کرام کے ذریعے سے اُردو ادب میں آئی۔اور حمد یہ اشعار مثنوی صنف میں کہے جاتے تھے۔اور حمد کو صنف کا درجہ اس دور میں حاصل نہیں تھااور بعد کے دور میں شعرا نے اسے باقاعدہ الگ صنف کا درجہ دیا۔کچھ شعرا نے حمد کو بھی غزل کی صنف میں لکھی ہے اور غزل میں ہی حمد یہ اشعار کہے ہیں۔اسی طرح نعت بھی غزل کی صنف میں لکھی گئی ہے۔اس دور کے اصنافِ شعر میں اکثر شعراءنے مضامین کو وسعت دی ہے۔بے شک اس دور کے شعرا اور شاعرات نے کلاسیکی اسلوب میں شاعری کی ہے۔مگر ان کی شاعری میں شاعرانہ وسعت بھی ملتی ہے۔ تشبیہات، استعارات، قافیے، ردیف ہر چیز کی فراوانی پائی جاتی ہے۔اُس دور میں اصنافِ شعر کی صورتحال کافی بہتر تھی۔

لورالائی کے اولین شاعر

اُنیسویں صدی میں پورے برصغیر میں سیاسی انتشار اپنے عروج پر تھا۔اور اس سیاسی انتشار کے لپیٹ میں عام وخاص سب آچکے تھے۔اور ملکی حالات کی خرابی اور قتل وغارت کی وجہ سے شعر وادب بھی بری طرح سے متاثر ہو گیا تھا۔لکھنے اور پڑھنے والے دونوں ان حالات میں ادب سے کچھ دور ہو گئے تھے۔ان حالات کا اثر لورالائی کی فضاء پر بھی پڑ چکا تھا۔اور لورالائی کی ادبی فضاء بھی ان حالات کی وجہ سے سوگوار تھی اور یہاں اُردو ادب ناپید ہو گیا تھا۔ایک ریسرچ اسکالر کے طور پر میں نے بہت تحقیق کی کہ لورالائی کے اولین اُردو شاعر کا کھوج لگائو کیوں کہ اب تک تو سب نے کچھ تحقیقی کتابوں سے استفادہ کیا۔اور انہوں نے جو اپنی تحقیقی کتابوں میں لکھا۔سب نے اسے حق تسلیم کر لیا،اور انہی حوالاجات میں تھوڑا بہت اضافہ کر کے اپنی تحقیق کو آگے بڑھایا۔شاید یہی وجہ ہے کہ میں نے جب بھی ان تینوں تحقیقی کتابوں کا مطالعہ کیامیں نے اطمینان محسوس نہیں کیا۔اور میرے والد صاحب جناب پروفیسر رب نواز مائلؔ بھی اس کتاب ”بلوچستان میں اُردو“ میں لکھی گئی پوری تحقیق کے حق میں نہیں ہے۔وہ اس تحقیق کو پوری

طرح سے نہیں مانتے تھے کہ اس تحقیقی کتاب ''بلوچستان میں اُردو'' میں بہت غلطیاں ہیں۔ اور ڈاکٹر فاروق احمد نے تو ایک محقق کا صحیح حق ادا ہی نہیں کیا۔ اس نے انصاف نہیں کیا۔ جہاں تک لورالائی کے اولین شاعر کا تعلق ہے۔ تو مختلف تحقیقی کتابوں میں سردار یوسف خان پو پلزئی کو اولین شاعر کہا گیا ہے۔ اس حوالے سے میں ڈاکٹر انعام الحق کوثر کی تحقیقی کتاب ''بلوچستان میں اُردو'' کا حوالہ تحریر کر رہی ہوں۔ جناب انعام الحق کوثر لکھتے ہیں:

''سردار محمد یوسف خان یوسف ادبی حیثیت سے ''السابقون الاولون'' کا مرتبہ رکھتے ہیں ان کی مخلصانہ تگ ودو پر بلوچستانیوں کو فخر کرنا چاہیے(۲)

انعام الحق کوثر نے تو اپنی تحقیقی کتاب کے ذریعے سردار یوسف خان یوسف کو ''السابقون الاولون'' کہہ دیا کہ پہلے شاعر لورالائی کے سردار یوسف خان یوسف پو پلزئی تھے۔ اس کتاب کے مطالعے کے بعد میں نے ڈاکٹر فاروق احمد کی کتاب کا مطالعہ کیا اُس میں بھی انہی باتوں کو آگے پیچھے کر کے لکھا ہے۔ اس کے بعد میں نے تیسری تحقیقی کتاب ''بلوچستان میں اُردو شاعری'' کا مطالعہ کیا تو آغا ناصر بھی یہ بات لکھتے ہیں:

''بلوچستان میں بالعموم اور کاکڑستان میں بطورِ خاص اُردو کو پروان چڑھانے میں آپ ''السابقون الاولون'' کا مرتبہ رکھتے ہیں۔''(۳)

آغا ناصر کی کتاب میں بھی ڈاکٹر انعام الحق کی بات درج کی گئی ہے۔ کہ سردار یوسف خان پو پلزئی لورالائی کے اولین شاعر ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے لورالائی میں اُردو شاعری شروع کی۔ اور باقی شعرا کو بھی ایک ادبی مرکز پر اکھٹا کیا۔ اس معاملے میں اپنے نگران محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن صاحب سے انٹرویو لیا اور اپنے کیے گئے مطالعے سے آگاہ کیا۔ اور اُن سے کہا کہ ڈاکٹر انعام الحق کوثر، ڈاکٹر فاروق احمد اور ڈاکٹر آغا ناصر تو سردار یوسف خان پو پلزئی کو ''السابقون الاولون'' کہہ رہے ہیں کیا یہ درست ہے۔ تو اس پر ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن صاحب کہتے ہیں:

''قندیل خیال کا پہلا شمارہ ستمبر ۱۹۱۴ء کا ہے۔ اس سے پہلے لورالائی میں اُردو کی کوئی شعری روایت شاعر کے نمونہ کلام کے ساتھ نہیں ملتی ہے ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے غلام علی الماس کے مکتوب کے حوالے سے مرکز ادب کے مشاعرے کے حوالے سے جس مکتوب کا ذکر کیا ہے۔ اسے غلطی سے قندیل خیال سے جوڑ کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یوسف پو پلزئی سابقین الاولین تھے وہ بھی درست نہیں ہے۔ کیوں

کہ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۴ء تک کا انکا کوئی اُردو کلام سامنے نہیں آیا ہے یہی باتیں ڈاکٹر فاروق احمد نے اپنی کتاب بلوچستان میں اُردو زبان و ادب، آغا محمد ناصر نے "بلوچستان میں اُردو شاعری" اور خورشید افروز نے مشاہیر بلوچستان جلد اول میں بلا تحقیق آگے بڑھادی ہے اس پر ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن نے پر مشقت ریاضت کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یوسف پو پلزئی کو لورالائی کا پہلا اُردو شاعر قرار دینا ناقص قیاس ہے تحقیق نہیں ہے۔ کیوں کہ ان میں سے کسی کے سامنے قندیل خیال کا پہلا شمارہ نہیں تھا۔ جس کا مطالعہ اصل حقائق کو سامنے لاتا ہے اس صورتِ حال میں قندیل خیال کے پہلے شمارے میں شامل مواد کی ترتیب میں سب سے پہلے شاعر کو لورالائی کا پہلا شاعر قرار دینا پڑتا ہے۔ یہ اس لیئے بھی کہ سب معاصرین تھے اور قندیل خیال سے پہلے کسی کا کوئی کلام کسی بھی ذریعے سے دستیاب نہیں ہے۔" (۴)

ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن کی تحقیق کے بعد اس سے پہلے کی گئی تحقیق مسترد ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن صاحب جو حقائق سامنے لائے ہیں اُس پر بہت محنت کی گئی ہے اور بہت مشقت کی ہے کیوں کہ اس سے پہلے تک سردار یوسف خان پو پلزئی کو ہی لورالائی کا پہلا شاعر قرار دیا جاتا رہا۔ اور اُس کی وجہ یہ بتاتے رہے ہیں۔ کہ وہ ملازمت کے سلسلے میں پنجاب سے آکر لورالائی میں آباد ہو گئے تھے اس لیے یہ لورالائی کے پہلے شاعر ہیں۔ مگر ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن صاحب نے بہت مشقت اور ریاضت کے بعد "قندیل خیال" کے پہلے شمارے کا کھوج لگایا۔ اور اُن شماروں کے مطالعے کے بعد یہ اس نتیجے پر پہنچے کہ سردار یوسف خان پو پلزئی لورالائی کے اولین شاعر نہیں ہے۔ اور یہ محض قیاس آرائی ہے جو اُن کے بارے میں کی جاتی رہی ہے۔ جو کہ سراسر ایک غلط بات ہے۔ اور تحقیق کے خلاف ہے۔ اور اس وقت کے سب معاصرین تھے اور باقاعدہ ۱۹۱۱ء سے پہلے تک کسی کا کلام شعری نمونہ موجود نہیں تھا۔ اور نہ ہی ۱۹۱۱ء سے پہلے تک کسی شعری نمونے کا پتہ چلتا ہے۔ اس لیے ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن کے تحقیق کے مطابق سردار یوسف خان پو پلزئی لورالائی کے اولین شاعر نہیں تھے۔

میں نے ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن صاحب سے انٹرویو کے دوران دوبارہ یہ پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب یہ بات تو آپ کے تحقیق سے ثابت ہو گئی ہے کہ سردار یوسف خان یوسف پو پلزئی اولین شاعر نہیں تھے تو آپ میری رہنمائی فرمائیں اس سلسلے میں کہ لورالائی کے اولین شاعر پھر کون تھے آپ کی تحقیق کیا کہتی ہے۔ تو داکٹر ضیاء الرحمٰن صاحب کہتے ہیں:

’’کہ قندیل خیال کے پہلے شمارے ۱۹۱۴ء سے اس بات کا کھوج لگایا ہے کہ لورالائی کے پہلے شاعر کون تھے۔ اور قندیل خیال کے ستمبر کے ۱۹۱۴ء کے صفحہ نمبر ۳ پر پہلی غزل منشی حبیب اللہ خان کی طرحی غزل ہے اس شمارے کی ترتیب سے حبیب اللہ خان حبیبؔ لورالائی کے اولین اُردو شاعر تھے۔ جن کا نمونہ کلام ستمبر ۱۹۱۴ء قندیل خیال کے شمارے میں موجود ہے۔‘‘(۵)

ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن صاحب کی تحقیق کے مطابق منشی حبیب اللہ خان حبیب لورالائی کے اولین شاعر تھے۔ اور ان کا نمونہ کلام قندیل خیال کے ستمبر کے شمارے میں موجود ہے اور ترتیب کے حوالے سے حبیب اللہ خان حبیبؔ کی غزل اس شمارے میں پہلے نمبر پر ہے۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حبیب اللہ خان حبیب کو اولین شاعر کی حیثیت حاصل تھی کیوں کہ قندیل خیال کے پہلے شمارے میں پہلے نمبر پر حبیب اللہ خان حبیبؔ کی غزل ہے۔ یہ ایک طرحی غزل ہے۔ جو کہ ۱۱ اشعار پر مشتمل ہے۔ اور بہت خوبصورت انداز میں لکھی گئی ہے۔ اس غزل کا مقطع یہ ہے:

خوف مرقد ہی تیری یاد کو کافی ہے حبیب
تجھ کو لال و زر و گوہر کی تمنا کیا ہے‘‘(۶)

اس غزل میں جو کہ ۱۱ اشعار پر مشتمل ہے اور اس میں بہت خوبصورت اور وسیع مضمون باندھا گیا ہے۔ زبان وبیاں بھی بہت عمدہ استعمال کی گئی ہے اور غزل میں مقطع بھی شامل ہے جس میں منشی حبیب اللہ خان حبیبؔ نے اپنا تخلص حبیب استعمال کیا ہے۔ اس طرحی غزل کے ساتھ منشی حبیب اللہ خان حبیبؔ کو ’’السابقون الاولون‘‘ کا درجہ ملتا ہے اور لورالائی کے اولین شاعر کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

ایک صدی گزر جانے کے بعد ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن صاحب کی تحقیق کی بدولت آج ہم اس کھوج میں کامیاب ہوئے ہیں کہ لورالائی کے اولین شاعر کون تھے؟ یہ ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن صاحب کا نہ صرف بلوچستان کی تحقیق پر بل کہ پاکستان کی تحقیق پر ایک بہت بڑا احسان ہے کہ اُنھوں نے بڑی تگ و دو کے بعد اصل حقائق پر سے پردہ اُٹھایا، اور لورالائی کے اولین شاعر کا کھوج لگا کر ہمیں اُس تک پہنچایا۔ ایک ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے میں اپنے اُستاد اپنے نگران ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتی ہوں کہ ان کی تحقیق اور رہنمائی سے میں نے اپنے تحقیقی مقالے کا انتہائی مشکل ترین باب مکمل کر لیا ہے۔ جو اُن کی مدد کے بغیر کسی صورت مکمل ہونے کے امکانات نہیں رکھتا تھا۔

لورالائی کے اولین شعری نمونوں کا مطالعہ

بیسویں صدی کے آغاز سے پہلے برصغیر کے سیاسی حالات کی وجہ سے ملک کے دوسرے حصّوں کی طرح لورالائی میں اُردو ادب میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ مگر بیسویں صدی کے آغاز سے ہی ایک بار پھر لورالائی میں چھائی ہوئی خاموشی کا زور ٹوٹا۔ اور لورالائی کے اُردو ادب میں پیش رفت ہوئی۔ اور یوں اُردو شاعری ایک بار پھر اپنے روشن مستقبل کی طرف رواں دواں ہوگئی چوں کہ اُس وقت آج کل کی طرح ادبی رسائل و جریدے نہیں تھے۔ کہ جس میں شعرا کرام کے شعری ونثری نمونے مرتب ہوتے۔ اور نہ ہی کوئی اس طرح کا ادبی اخبار تھا کہ شعرا کرام کی شاعری اُس میں محفوظ ہوسکتی۔ سردار یوسف خان نے ایک سلسلہ شروع کیا اور پھر باقی شعرا بھی اس سلسلے کی اہم کڑیاں بن گئے۔ بیسویں صدی کے آغاز سے لے کر ۱۹۱۱ء تک کوئی خاص پیش رفت نہیں تھی شعرا کے کلام کو محفوظ کرنے کے حوالے سے کوئی ایسا رسالہ نہیں تھا۔ مشاعرے ہوتے تھے اور شعرا کرام ان مشاعروں میں اپنا کلام سناتے تھے اور شعراء۔ اور جب ۱۹۱۴ء میں "قندیل خیال" کا رسالہ لورالائی سے نکلا۔ تو اس وقت کے دو تین سال کے شعری نمونے اس رسالے کے توسط سے محفوظ ہوگئے۔ ورنہ آج یہ کچھ نمونے بھی ہم تک نہیں پہنچتے۔ مگر اب تو یہ رسالے بھی موجود نہیں ہے کہ ریسرچ اسکالرز ان سے استفادہ کرسکے۔ کیوں کہ یہ رسائل منظر عام سے غائب ہوچکے ہیں۔ اور اس کی ذمہ دار صوبائی لائبریری کے منتظمین بھی ہیں۔ جنھوں نے ان رسائل کی حفاظت نہیں کی اور یہ ایک آدمی کی ذاتی جاگیر بن گئے۔ تاہم میں پھر بھی اپنے نگران پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن صاحب کا جتنا شکریہ ادا کروکم ہے کہ انہوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی اور جو معلومات ان کے پاس تھی اس بات کے حوالے سے دی اور بہت سے حقائق سے آگاہ کیا۔ کیوں کہ اس سے پہلے کے حقائق میں محققین نے اصل حقائق سے پردہ نہیں اُٹھایا۔ بل کہ سنی سنائی باتوں کو تحقیق کا نام دے کر کتابیں چھاپ دی ہیں۔ جس سے آج کل کے اسکالرز مشکلات کا شکار ہیں۔

کچھ شعری نمونے جو کہ "قندیل خیال" کے ماہ ستمبر، اکتوبر، نومبر اور دسمبر ۱۹۱۴ء کے شماروں میں چھپ چکے ہیں اُن کو اپنے مقالے میں تحریر کر رہی ہوں۔ جس سے اُس وقت کے شعراء کے شعری نمونوں کا پتہ چلتا ہے۔

مشاعرہ لورالائی "بزبان قندیل خیال" ۱۹۱۴ء

(۱) مولوی الٰہی بخش صاحب المتخلص، عاشق، ریڈر صاحب ریونیو:
اسسٹنٹ بہادر بلوچستان:

نعت

مخمس کی صورت ہے ۵ بند ہیں ترجیح بند ہیں۔ ص، ۲۱، ۲۰، ستمبر ۱۹۱۴ء

۹ شعر غزل کی ہیت میں ہیں۔ ص، ۵ اکتوبر ۱۹۱۴ء

رباعی

بزبان اُردو موجود ہے۔ ص، ۲۲ دسمبر ۱۹۱۴ء

ادعائیہ رباعی اورے اخلاقی رباعیات ہیں۔ ص، ۱۸، ۱۷ اکتوبر ۱۹۱۴ء

غزل کے ۱۸ اشعار شامل رسالہ ہیں۔ ص، ۲۲ دسمبر ۱۹۱۴ء

الٰہی بخش عاشق کا کل مطبوعہ کلام دو رباعیات، ایک غزل اور دو نعتیں ہیں جن کے کل مصرعوں کی تعداد ۱۱۶ ہے۔

(۳) بخشی دہرم بیر صاحب بخشی ٹھیکدار رسد افواج لورالائی:

غزل

۱۔ غزل کے ۱۲ اشعار موجود ہیں۔ ص، ۴ دسمبر ۱۹۱۴ء

بخشی دہرم بیر کا کل مطبوعہ کلام ا۔ غزل ہے۔ جن کے کل مصرعے ۲۴ کی تعداد میں ہیں۔

۴۔ حبیب اللہ خان حبیب صاحب پشاوری حال وارد لورالائی:

غزل

غزل کے ۱۰ اشعار موجود ہیں۔ ص، ۳ ستمبر ۱۹۱۴ء

حبیب اللہ خان حبیب صاحب کی ا غزل جو کہ ۴۰ مصرعوں پر مبنی ہے۔

۶۔ سرفراز خان سرفراز، سراغی تھانہ پولیس دوکی:

غزل

غزل کے ۱۱اشعار شامل رسالہ ہیں۔ ص،۲۰ دسمبر ۱۹۱۴ء

سر فراز خان کی ایک مطبوعہ غزل کے ۲۲ مصرعے موجود ہیں۔

۶۔ ش۔ب صاحبہ المتخلص شمس خاوری، مصنفہ سنبلستان:

(اہلیہ عنایت اللہ ایاغ جبروتی) نعت

نعتیہ کلام ۱۴اشعار پر مشتمل ہے۔ ص،۱۷ ستمبر ۱۹۱۴ء

فارسی غزل کے ۹ اشعار ہیں اور اُردو غزل جو ص، ۳۱،۳۲ نومبر ۱۹۴۱ء

دنیا کی بے وفائی پر لکھی گئی ہے ۱۰ اشعار پر مبنی ہے۔

ش۔ب صاحبہ کی مطبوعہ دو نعتیں ایک اُردو ایک فارسی اور ایک غزل ہے ان کے مصرعوں کی تعداد ۶۶ ہے۔

۷۔ ع۔ب صاحبہ کی مطبوعہ نعت کے مصرعوں کی تعداد ۱۸ ہے۔

۸۔ عبدالحنان احقر، عریض نویس درجہ اول لورالائی:

غزل

غزل بزبان اُردو کل ۹ اشعار ہیں۔ ص،۳ دسمبر ۱۹۱۴ء

عبالحنان احقر کی اُردو غزل کے مصرعوں کی تعداد ۱۸ ہے۔

۹۔ فضل خان فضل، پلٹن ۶۷ مقیمی لورالائی:

غزل

غزل بزبان اُردو ۷ شعروں مبنی ہے۔ ص،۴ اکتوبر ۱۹۱۴ء

فضل خان فضل کے اُردو غزل کے مصرعوں کی تعداد ۱۴ ہے۔

۱۰۔ قاضی میر عالم جان سب انسپکٹر پولیس دکی:

غزل

غزل کے ۱۴، اشعار بزبان اُردو ہیں۔ ص،۱۳، اکتوبر ۱۹۱۴ء

اُردو غزل کے ۱۴، اشعار ہیں۔ ص،۱۷ دسمبر ۱۹۱۴ء

قاضی میر عالم کی مطبوعہ اُردو غزل کے مصرعوں کی تعداد ۶۵ ہے۔

۱۱۔لالہ بوٹارام صاحب انند نائب محرر جوڈیشنل تحصیل بوری:

غزل

حمدیہ غزل ۱۹اشعار پر مبنی ہے۔ ص،۷ ستمبر ۱۹۱۴ء

دواُردو غزلوں کے ۱۳،۱۳اشعار ہیں۔ ص،۲۸،۴ نومبر ۱۹۱۴ء

اُردو غزل کے ۱۱،اشعار ہیں۔ ص،۵ دسمبر ۱۹۱۴ء

فرد

ایک فرد بھی موجود ہے۔ ص،۱۲ اکتوبر ۱۹۱۴ء

لالہ بوٹارام کی مطبوعہ اُردو غزلوں اور فرد کے مصرعوں کی تعداد ۹۴ ہے۔

۱۲۔لالہ فتح چند نسیم۔لورالائی:

غزل

اُردو غزل کے ۱۳اشعار ہیں ص،۱۰ ستمبر ۱۹۱۴ء

اُردو غزل کے ۱۲اشعار ہیں ص،۳ اکتوبر ۱۹۱۴ء

اس شمارے میں ایک حمد کے ۹،اشعار بھی ہیں ص ۱۹،۲۰ حمد

۴غزلیں بالترتیب ۴۰،۱۳،۱۰،۸شعروں پر مشتمل ہیں ص،۱۳،۱۲،۱۱،۱۰ نومبر ۱۹۱۴ء

اُردو زبان کی ۲غزلیں پہلی ۱۰دوسری کے ۱۱اشعار ہیں ص،۱۹،۲۰ دسمبر ۱۹۱۴ء

مرثیہ

۱۶اشعار مرثیہ کی طرز میں کہے ہیں جو ایاغ جبروتی

میرٹھی کی زوجہ کی وفات پر کہے تھے۔ ص،۲۶ نومبر ۱۹۱۴ء

نعت

نعتیہ اشعار کی تعداد ۱۰ہے ص،۱۱ ستمبر ۱۹۱۴ء

لالہ فتح چند نسیم کی مطبوعہ غزلوں، نعت اور مرثیہ کے مصرعوں کی تعداد ۲۴۴ ہے۔

۱۳۔منشی محمود حسین خان محمود انچارج تھانہ مڑہ تنگی، تحصیل لورالائی:

غزل

غزل کے ۷ شعر ملتے ہیں۔ ص،۱۷ دسمبر ۱۹۱۴ء

۱۴۔ منشی لعل خان صاحب، شیدا، عرائض نویس درجہ اول لورالائی:

رباعی

ایک رباعی موجود ہے۔ ص،۲۶ دسمبر ۱۹۱۴ء

غزل

ایک غزل ۱۰، اشعار پر مبنی ہے۔ ص،۲۶ دسمبر ۱۹۱۴ء

منشی لعل خان کی مطبوعہ رباعی اور غزل کے مصرعوں کی تعداد ۲۴ ہے۔

۱۵۔ منشی مہتہ رام داس صاحب رام دفتر قانونگوئی موسیٰ خیل تحصیل:

غزل

غزل کے ۵ اشعار میں اپنا مدعا بیان کیا ہے۔ ص،۹ اکتوبر ۱۹۱۴ء

اس غزل میں ۸ اشعار پیش کیے گئے ہیں۔ ص،۲۵ دسمبر ۱۹۱۴ء

منشی مہتہ رام داس کی مطبوعہ غزلوں کے مصرعوں کی تعداد ۲۶ ہے۔

۱۶۔ محمد شفاعت اللہ خان صاحب فراغ۔ لاہوتی میر ٹھی:

نعت

نعتیہ کلمات ۷ اشعار میں پیش کیے ہیں۔ ص،۴ ستمبر ۱۹۱۴ء

نعت کو ۱۱، اشعار میں پیش کیا ہے۔ ص،۵ اکتوبر ۱۹۱۴ء

حمدیہ اشعار ۱۰ ہیں۔ ص،۱۹ اکتوبر ۱۹۱۴ء

غزل

دو جو عشقیہ مزاج کی ہیں، ۱۴ اور ۱۲، شعروں ص،۶،۵،۴، ستمبر ۱۹۱۴ء

اور جو قومی جذبات کی ترجمان ہے وہ ۱۶، اشعار پر مشتمل ہے۔

غزل کے ۱۶، اشعار ہیں۔ ص،۱۳، ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۴ء

نوحہ

فراغ لاہوتی اپنے بھائی ایاغ جبروتی کی زوجہ محترمہ جو
عالم شباب میں اپنے شوہر کو داغ مفارقت دے گئی تھیں،
اس غم میں فی البدلیہہ ذیل کی نظم الاپ رہے تھے۔
فتح چند نسیم کہتے ہیں کہ میں پنسل سے نقل کرتا گیا نظم کی صورت
دو نوحے بالترتیب ۸ اور ۱۵ شعروں پر مبنی ہیں۔ ص،۲۸،۲۷ نومبر ۱۹۱۴ء
محمد شفاعت اللہ خان کی مطبوعہ نعت، غزلوں اور نوحہ کے مصرعوں کی تعداد ۲۲۸ ہے۔
۱۷۔ محمد یٰسین خان صاحب جولان متوطن رائے بریلی حال مقیم لورالائی:

غزل

غزل کے ۹، اشعار ہیں۔ ص،۸ ستمبر ۱۹۱۴ء
غزل کے ۵ شعر ہیں۔ ص،۱۸ اکتوبر ۱۹۱۴ء
محمد یٰسین خان کی مطبوعہ غزلوں کے مصرعوں کی تعداد ۲۸ ہے۔
۱۸۔ منشی عنایت اللہ خان صاحب ایاغ جبروتی میرٹھی اکونٹنٹ اسسٹنٹ دفتر پولیٹیکل لورالائی:

نعت

نعتیہ اشعار ۱۴ کی تعداد میں موجود ہیں۔ ص،۱۵،۱۴، ستمبر ۱۹۱۴ء
۱۳ نعتیہ اشعار موجود ہیں۔ ص،۱۶ اکتوبر ۱۹۱۴ء
۱۳ نعتیہ اشعار ہیں۔ ص،۸،۳، نومبر ۱۹۱۴ء
نعتیہ ۱۵، اشعار ہیں۔ ص،۴،۵ دسمبر ۱۹۱۴ء

نظم

ایک نظم کا لفظی ترجمہ ایاغ جبروتی نے ذیل نظم میں کیا ہے ص،۲۴، نومبر ۱۹۱۴ء
" قیصر جرمنی کی تازہ تصنیف سے ایک نظم کسی طرح ردی کاغذات کی ٹوکری میں جا پڑی۔ اور اس طرح دفتر شاہی کے ہاتھ لگی جو دست بدست انگلینڈ پہنچی۔ اور اب تحفظ برٹش عجائب خانہ میں رکھی ہوئی ہے۔

نظم مذکور کا کسی شاعر نے نظم ہی میں بزبان انگریزی ترجمہ کر کے سول اینڈ ملٹری گزٹ میں شائع کرایا تھا۔ اور اس کا لفظی ترجمہ ترجمان حقیقت حضرت ایاغ جبروتی میرٹھی نے ذیل کی نظم میں کیا ہے۔"(۷)

اور اس کا عنوان ''مفرور قیصر منصور کے رنگ میں ہے جس کے ۱۱۳ اشعار ہیں۔

منشی عنایت اللہ ایاغ جبروتی کی مطبوعہ نعتوں، غزلوں اور نظم کے مصرعوں کی تعداد ۱۸۴ ہے۔

۱۹۔ میر عنایت علی عنایت محاسب تحصیل موسیٰ خیل، بلوچستان:

غزل

غزل کے کل اشعار ۱۲ ہیں۔ ص، ۱۵ نومبر ۱۹۱۴ء

کل اشعار غزل کے ۱۶ ہیں۔ ص، ۲۴، ۲۳ دسمبر ۱۹۱۴ء

میر عنایت علی عنایت کی مطبوعہ غزلوں کے مصرعوں کی تعداد ۵۶ ہے۔

۲۰۔ م۔ا۔ب بہ تخلص آفروز (اہل خانہ منشی محمد شفاعت اللہ خان فراغ لاہوتی میرٹھی:

نعت

ایک رباعی اور ۱۰ اشعار کی ایک نعت ہے۔ ص، ۴۵ نومبر ۱۹۱۴ء

م۔ا۔ب صاحبہ کی مطبوعہ رباعی اور غزل کے مصرعوں کی تعداد ۱۴ ہے۔

یہ لورالائی کے اولین شعرا کے شعری نمونوں کا مطالعہ ہے۔ کہ کس کس شاعر نے کس کس صنف میں شاعری کی۔ اور ان کی شعری نمونوں کے مطالعے سے ان کے وسعتِ مضامین کا بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ کتنے وسیع وسیع مضامین باندھے گئے ہیں۔ اور صنف غزل میں باقی اصناف جیسے حمد، نعت، مثنوی کو باندھا گیا ہے۔ ان شعرا کا مطالعہ احوال دستیاب نہیں ہے۔ کیوں کے یہ ایک صدی پہلے کے شعرا تھے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں یہ لورالائی میں موجود تھے اور کچھ سالوں کے بعد یہ لورالائی سے نقل مکانی کر کے چلے گئے۔ مگر ان کے شعری نمونے ''قندیل خیال'' رسالے میں طبع ہو چکے ہیں اس لیئے ان شعرا کے شعری نمونوں سے اتنا پتہ چلتا ہے۔ کہ اُس وقت کے شعرا نے ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔

حوالے

۱۔ پروفیسر ،ڈاکٹر،ضیاءالرحمٰن:،انٹرویو،بالمشافہ ،کوئٹہ۔
۲۔ انعام الحق کوثر،ڈاکٹر:''بلوچستان میں اُردو''،ص،۱۷۴۔
۳۔ محمد ناصر، آغا:''بلوچستان میں اُردوشاعری''،ص،۵۳۔
۴۔ پروفیسر ،ڈاکٹر،ضیاءالرحمٰن:،انٹرویو،بالمشافہ ،کوئٹہ۔
۵۔ پروفیسر ،ڈاکٹر،ضیاءالرحمٰن:،انٹرویو،بالمشافہ ،کوئٹہ۔
۶۔ پروفیسر ،ڈاکٹر،ضیاءالرحمٰن:انٹرویو،بالمشافہ ،کوئٹہ۔
۷۔ انعام الحق کوثر،ڈاکٹر:''بلوچستان میں اُردو''،ص ۳۲۔